OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Scicnces, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
July-Dece-2023
Vol: 4, *Issue: 2*
Email:journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

Dr. Shahzada Imran Ayub[1]

Tauqir ul zaman[2]

Ahsan Mehmood[3]

جاوید احمد غامدی کے نظریہ موسیقی کا تنقیدی جائزہ

A Critical Analysis of Javed Ahmad Ghamidi's Theory on Music

Abstract

Allah has created humans for the purpose of worship and servitude to Him and has commanded them to refrain from things that may distance them from their Creator. Among such things is singing accompanied by musical instruments. There are no differing opinions among scholars regarding singing without musical instruments, with most classical and contemporary Islamic scholars considering it permissible. However, when it comes to singing with musical instruments, many view it as prohibited, while some consider it permissible. Javed Ahmad Ghamidi is among those who advocate its permissibility and

1 Associate Professor, Dept of Islamic Studies, Division of Islamic & Oriental Learning, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore. drhfzimran@gmail.com

2 Lecturer Islamiat, Govt Associate College, Narang Mandi, Sheikhupura. tauqirulzaman@gmail.com

3 Lecturer Islamiat, Federal Medical College, Islamabad. ahsanmahmood893@gmail.com

present clear arguments in its favor. Ghamidi has based his arguments on cases where activities are generally considered permissible by scholars, such as singing without musical instruments, singing by children on festive occasions or at weddings, and playing the tambourine. This article provides a comprehensive and analytical review of the evidences presented by Javed Ahmad Ghamidi on this matter.

Keywords: singing, musical instruments, permission, Javed Ahmad Ghamidi.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی اطاعت وبندگی کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اسے انہی احکام کی پیروی کا حکم دیا ہے جو اسے قرآن وحدیث کی صورت میں دیئے ہیں اور اُن اُمور سے اجتناب کا حکم دیا ہے جن سے کتاب وسنت میں منع کیا گیا ہے، بلکہ اسے ہر اُس قول و فعل سے بھی بچنے کا حکم دیا ہے جو مقصدِ حیات اور بندگیٔ خداوند سے غافل کر دینے والا ہو یا جس سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتا ہو۔ بلاشبہ اخلاقی بگاڑ پیدا کرنے والی متعدد اشیا میں سے ایک موسیقی بھی ہے کہ جسے بعض حضرات روح کی غذا تک قرار دیتے ہیں۔ بہر حال علما کی اکثریت حرمتِ موسیقی کی ہی قائل ہے، ان کا کہنا ہے کہ موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو اختیار کرنے کی اجازت نہ تو کتاب وسنت سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے۔ سیرتِ نبوی کا مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو آپ نے کبھی محفل موسیقی سجائی نہ ہی کبھی صحابہ کرام نے ایسا کیا، نہ ہی فن کاروں، موسیقاروں اور گلوکاروں کی کبھی تعریف و تحسین فرمائی۔ اسلام جو کہ لغو اور بے مقصد کام کی اجازت نہیں دیتا اس دین میں موسیقی کے جواز کا تصور بجائے خود انتہائی لغو بات ہے۔ اس کے برعکس کچھ افراد موسیقی کے جواز کے قائل ہیں اور موسیقی کو مباح کے درجے میں شمار کرتے ہیں انہی افراد میں جاوید احمد غامدی اور ان کے رفقاء شامل ہیں۔ موسیقی کی اباحت کے حوالے سے ایک تفصیلی مضمون جناب جاوید احمد غامدی کے ماہانہ تحقیقی رسالے "ماہنامہ اشراق"، مارچ 2004ء، کے شمارے میں خصوصی اشاعتی مضمون کے طور پر بعنوان "اسلام اور موسیقی" شائع ہوا جس میں مضمون نگار، منظور الحسن نے جاوید احمد غامدی کے پیش کردہ موسیقی کے جواز کے دلائل قرآن، حدیث اور بائبل سے فراہم کرنے کی کوشش کی۔ زیر نظر مقالہ میں جناب جاوید احمد غامدی کے پیش کردہ دلائل کا بالعموم اور احادیثِ نبویہ سے موسیقی کے جواز کے استدلالات کا بالخصوص تحقیقی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

جاوید احمد غامدی کا مختصر تعارف

جاوید احمد غامدی 1951ء میں پنجاب کے ضلع ساہیوال کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ مقامی اسکول سے میٹرک پاس کرنے کے بعد 1967ء میں لاہور آ گئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے 1972ء میں انگریزی ادب میں بی۔ اے آنرز (پارٹ ون) کیا اور مختلف اساتذہ سے اپنی ابتدائی زندگی میں روایتی انداز میں اسلامی علوم پڑھے۔ 1973ء میں امین احسن اصلاحی صاحب کی شاگردی میں آ گئے جنھوں نے ان کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔ مشہور عالم دین ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ بھی کئی سال منسلک رہے۔ دس سال سے زیادہ (1979ء تا 1991ء) عرصے تک سول سروسز اکیڈمی لاہور میں علوم اسلامیہ کی تدریس کی۔[1] آپ کے تحریری سرمایہ میں یہ چیزیں شامل ہیں؛ تفسیر البیان (قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر)، میزان (دین کی تفہیم و تبیین پر مشتمل رسالہ)، برہان (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، مقامات (دینی، ملی اور قومی موضوعات پر مشتمل مضامین)، خیال وخامہ (مجموعہ کلام)، ماہنامہ اشراق (ماہانہ رسالہ، افکار غامدی کا ترجمان، 1985ء سے اب تک اشاعت جاری ہے)، Renaissance (انگلش زبان میں ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ ہے، آغاز 1991ء میں ہوا)۔

جاوید احمد غامدی کا نظریہ موسیقی

فکرِ غامدی کے ترجمان "ماہنامہ اشراق" میں موصوف کا نظریہ موسیقی ان الفاظ میں شائع ہوا ہے:

"ہمارے نزدیک بالعموم یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اسلام موسیقی کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ استاد گرامی جناب جاوید احمد غامدی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں اس تصور کی کوئی بنیاد موجود نہیں۔ یہ مباحاتِ فطرت میں سے ہے، قرآن مجید اس بارے میں خاموش ہے، تاہم احادیث کی کتابوں میں ایسی متعدد روایات موجود ہیں جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک اس فن کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ استاد گرامی یعنی جاوید احمد غامدی، نے اپنی یہ رائے "اسلام اور فنونِ لطیفہ" کے موضوع پر ایک لیکچر میں بالتفصیل بیان کی ہے۔ اس لیکچر کی روشنی میں ہم نے "اسلام اور موسیقی" کے زیر عنوان ایک مفصل مضمون تحریر کیا ہے۔ یہ مضمون استاد

[1] https://ur.wikipedia.org/wiki

گرامی یعنی جاوید احمد غامدی کے افادات پر مبنی ہے اور انہی کی رہنمائی میں تحریر کیا گیا ہے۔"[1]

مذکورہ عبارت سے جاوید احمد غامدی کا نظریہ موسیقی سمجھا جا سکتا ہے، اس سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- اسلام نے موسیقی کو ممنوع قرار نہیں دیا۔
- موسیقی سننا، سنانا، سیکھنا، سکھانا مباح عمل ہے۔
- قرآن مجید موسیقی کی حلت و حرمت کے بارے میں خاموش ہے۔
- احادیث سے موسیقی کا جائز ہونا ثابت ہے۔
- موسیقی ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے اور فنون لطیفہ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

اپنے اس نظریئے کو تقویت دینے کے لیے غامدی صاحب قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن کی کچھ تفصیل اور ان پر ناقدانہ تبصرہ آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔

جوازِ موسیقی پر غامدی صاحب کے قرآنی دلائل اور ان کا جائزہ

ماہنامہ اشراق کے زیر بحث مضمون "اسلام اور موسیقی" میں ایک عنوان "قرآن اور موسیقی" کے نام سے قائم کیا گیا ہے اور اس کے تحت جوازِ موسیقی پر قرآنی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ پہلی دلیل کے طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کا حکم ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"اس میں صوتی آہنگ کی رعایت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی آیات کا محض صوتی تاثر ہی عامی و عالم، مسلم و غیر مسلم، ہر سامع کو مسحور کر دیتا ہے۔ الفاظ کے صوتی آہنگ کا یہی تاثر ہے جس کی بنا پر قریش نے نبی ﷺ کو شاعر کہا اور کلام الٰہی کو شاعری سے تعبیر کیا۔ قرآن کا یہ صوتی آہنگ اللہ پروردگارِ عالم کا انتخاب ہے۔ اس انتخاب سے اس امر کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آواز و الفاظ کے آہنگ کو پسند فرماتے ہیں۔ موسیقی، ظاہر ہے کہ آواز و الفاظ کے آہنگ ہی کی ایک صورت ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کا یہی آہنگ ہے جس کی وجہ سے نبی ﷺ

---

[1] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، (لاہور: ماہنامہ اشراق، مارچ 2004ء)، ص:48

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, (Lahore: Mahnama Ishraq, March 2004), page: 48

نے قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کی ترغیب دی۔ ارشاد فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ (بخاری، رقم 7527) "جو قرآن کو غنا سے نہیں پڑھتا، وہ ہم میں سے نہیں" اور فرمایا: زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُم (ابن خزیمہ، رقم 1342) "اپنی آوازوں سے قرآن کی تزئین کرو۔"[1]

یہاں قرآن کو اچھی آواز میں پڑھنے کی ترغیب کو جوازِ موسیقی کی دلیل بنایا گیا ہے اور دو احادیث اس حوالے سے بیان کی گئی ہیں۔ اچھی آواز میں یا غنا سے پڑھنے سے کیا مراد ہے؟ اس حوالے سے "ماہنامہ اشراق" کے زیر تحقیق مضمون میں کوئی وضاحت بیان نہیں کی گئی۔

سنن ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ ہیں وَتَغَنَّوْا بِهِ فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِهِ فَلَيْسَ مِنَّا ، یعنی اس (قرآن) کو اچھی آواز میں پڑھو، جو اس کو اچھی آواز میں نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شارح ابن ماجہ مولانا عطاء اللہ ساجد رقمطراز ہیں:

> " حدیث میں "تغنی" کا لفظ ہے، اور "تغنی" کا معنی گانا ہے ، قرآن میں "تغنی" نہیں ہو سکتی لہذا "تغنی" سے یہ مراد ہو گا کہ باریک آواز سے درد کے ساتھ اس کو پڑھنا بایں طور کہ پڑھنے والے اور سننے والے سب پر اثر ہو اور دلوں میں اللہ کا خوف اور خشوع پیدا ہو اور تجوید کے قواعد کی رعایت باقی رہے، کلمات اور حروف میں کمی اور بیشی نہ ہو، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا" تغنی بالقرآن" کا یہ معنی ہے کہ قرآن کو دولت لازوال سمجھے، اور دنیا داروں سے غنی یعنی بے پرواہ رہے۔" ایک دوسرا مفہوم بھی ہے جسے علامہ نے ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: لم يتغن بمعنى لم يستغن ہے۔ یعنی جو شخص قرآن مجید پڑھ کر اس کا علم حاصل کر کے طلب دنیا اور دیگر لایعنی علوم بالخصوص لغو قسم کے شعر و سخن سے بے پرواہ نہ ہو جائے۔"[2]

---

[1] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص: 12-13

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 12-13

[2] ابن ماجه، محمد بن يزيد، ابو عبدالله، السنن، (لاہور: دارالسلام، 2001ء)، رقم الحديث:1337

Ibn Majah, Muhammad bin Yazeed, Abu Abdullah, Al-Sunan, (Lahore: Dar-ul-Islam, 2001), Hadith number: 1337

مقصد یہ ہے کہ قاری قرآن اور عالم دین کو چاہیے کہ اس شرف کے حاصل ہو جانے پر دنیا کا مال و دولت جمع کرنے اور لغو مشاغل سے بالاتر رہے۔ مفتی محمد شفیع اپنی کتاب "اسلام اور موسیقی" میں "غنا" پر بحث کرتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"معناه تحسين القراءة و ترقيقها وكل من رفع صوته و والى بصوته فهو عند العرب غناء"۔ "تغنی" کے معنی ہیں بنا سنوار کر اچھی آواز میں تلاوت کرنا کیونکہ آواز بلند کر کے تسلسل سے پڑھنا اہل عرب کے ہاں "غناء" کہلاتا ہے۔[1]

قرآن کو اچھے لب و لہجے میں پڑھنے کی ترغیب و نصیحت کو موجودہ دور کی بے ہودہ اور آلاتِ موسیقی سے مزین آوازوں کے لیے دلیل بنانا محل نظر امر اور تلبیس کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری دلیل کے طور پر غامدی صاحب نے "سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ پرندوں کی ہم نوائی" کے عنوان کے تحت سورۂ انبیاء کی آیت پیش کر کے اس پر تبصرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:"وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ "" اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد کا ہمنوا کر دیا تھا، وہ اس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرتے تھے اور یہ باتیں ہم ہی کرنے والے تھے۔" اس آیت میں "سخر" کا فعل استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی تابع کرنے، مغلوب کرنے اور ہم آہنگ کرنے کے ہیں۔ یہ اور اس موضوع کے دوسرے مقامات پر اگرچہ یہ صراحت نہیں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام دعا و مناجات کے لیے غنا کا اسلوب اختیار کرتے تھے تاہم اگر انہیں بائبل کی روشنی میں سمجھا جائے تو بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں نغمہ سرائی کے اشارات موجود ہیں۔[2]

اس تبصرہ میں خود صاحبِ مضمون نے اعتراف کیا ہے کہ قرآن میں جو داؤد علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت آئی ہے اس میں غنا کی صراحت نہیں، اس کے باوجود بائبل کے حوالے سے کھینچ تان کر کے غنا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے بعد زبور سے حوالہ نقل کیا ہے۔ اسلاف امت میں سے کسی مفسر نے اس آیت سے

[1] محمد شفیع، مفتی، اسلام اور موسیقی، (کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 2002ء)، ص:241
Muhammad Shafiq, Mufti, Islam aur Music, (Karachi: Maktaba Dar-ul-Uloom, 2002), page: 241

[2] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:13

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 13

موسیقی یا غنا کے جواز کی دلیل نہیں پکڑی۔ ان دلائل کے بعد مضمون نگار نے "بائبل اور موسیقی" کے عنوان کے تحت بائبل سے کئی حوالہ جات نقل کر کے موسیقی کا جواز اخذ کیا ہے جو کہ یقیناً ناقابل التفات امر ہے کیونکہ اہل اسلام کے لیے کسی چیز کی حلت، اباحت یا جواز اسی صورت ثابت ہو سکتا ہے جب اس کی بنیاد شریعت اسلامیہ ہو نہ کہ دیگر کتبِ سماویہ۔

جوازِ موسیقی پر غامدی صاحب کے حدیثی دلائل اور ان کا جائزہ

قرآن سے موسیقی کے جواز کو ثابت کرنے کے بعد مضمون نگار نے "احادیث اور موسیقی" کے عنوان کے تحت لکھا ہے: "نبی ﷺ کے زمانے میں موسیقی عرب معاشرت کا حصہ تھی۔ عبادت، خوشی، غمی، جنگ اور تفریح جیسے مختلف مواقع پر موسیقی اور آلاتِ موسیقی کا استعمال عام تھا۔ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے نہ صرف موسیقی کو پسند فرمایا، بلکہ بعض موقعوں پر اس کے استعمال کی ترغیب بھی دی۔"[1]

اس تمہید کے بعد کئی احادیث مختلف عنوانات کے تحت نقل کی ہیں جیسا کہ عید پر موسیقی، شادی بیاہ پر موسیقی، جشن پر موسیقی، سفر میں موسیقی، آلاتِ موسیقی، فن موسیقی، رقص۔ آئندہ سطور میں انہی عنوانات کو پیش کرتے ہوئے زیر بحث مضمون میں بیان کی گئی احادیث نقل کر کے ان کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ### عید پر موسیقی کے جواز کے دلائل اور ان کا جائزہ

((عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الفِرَاشِ، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ، فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «دَعْهُمَا»، فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا))[2]

---

[1] ایضاً، ص:19

Ibid, p.19

[2] البخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، (لاہور: مكتبه اسلاميه، 2012ء)، كتاب العيدين، باب الحرب والدرق يوم العيد، رقم الحديث: 949

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو دو لڑکیاں میرے پاس جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ آپ بستر پر لیٹ گئے اور چہرہ مبارک دوسری طرف کر لیا، اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے اور آپ نے مجھے ڈانٹا کہ یہ شیطانی گانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں! لیکن آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ انہیں گانے دو، پھر جب ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسری طرف متوجہ ہو گئے تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔“

اس سے استدلال کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ اس روایت سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عید کے روز گیت سن رہی تھیں۔ یہ گیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گائے جا رہے تھے۔ گانے والیاں ماہر فن مغنیات تھیں۔[1] ہاں دو باتیں تحقیق طلب ہیں پہلی یہ کہ گیت سے مراد کیا ہے؟ اور یہ کہ گانے والیاں کون تھیں؟۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ اشعار تھے جن میں جنگ بعاث کا تذکرہ تھا جیسا کہ حدیث کے الفاظ واضح ہیں جنگ بعاث ایک جنگ کا نام ہے جو اہل مدینہ میں اس وقت ہوئی تھی جب اہل مدینہ کو ابھی قبول اسلام کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس مناسبت سے ہر قبیلے کے شعراء نے جو شیلے شعر کہے تھے۔ ان اشعار میں کوئی فحش گوئی، بیہودگی یا خلافِ شرع بات نہ تھی۔ لہٰذا اشعار کہنے کی حد تک یا مناسب اشعار کو ترنم میں پڑھنے کی حد تک تو جواز یقیناً اس حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ان اشعار کی بنیاد پر جو جنگ سے متعلقہ گائے یا پڑھے گئے تھے موجودہ دور کی حیاباختہ، فحش گوئی پر مبنی اور جدید آلات کے سازوں سے مزین موسیقی کو جائز قرار دینا یقیناً قابل تشویش اور قابل گرفت امر ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اشعار پڑھنے یا گانے والیاں بچیاں تھیں یا لونڈیاں تھی جو غیر روایتی انداز میں اشعار پڑھ رہی تھیں جیسا کہ حدیث میں ”جاریتان“ کا لفظ آیا ہے اور "ماہنامہ اشراق" کے مضمون نگار نے بھی لکھا ہے کہ

Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, Al-Jami' al-Sahih, (Lahore: Maktaba Islamiyah, 2012), Kitab al-Eidain, Bab al-Harb wal Darq Yawm al-Eid, Hadith number: 949

[1] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:20

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 20

"اس میں شبہ نہیں کہ جاریۃ کا لفظ "بچی" کے معنی میں بھی آتا ہے، مگر یہاں لازم ہے کہ اس سے "لونڈیاں" ہی مراد لیا جائے اور لونڈیاں بھی وہ جو ماہر مغنیات کی حیثیت سے معروف تھیں۔ روایت کے اسلوبِ بیان کے علاوہ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دوسرے طریق میں "جاريتان" کے بجائے "قينتان" کے الفاظ نقل ہوئے ہیں "قينة" کا معلوم و معروف معنی پیشہ ور مغنیہ ہے"۔[1]

ہماری رائے میں اگرچہ دوسری روایت میں "قينتان" کے الفاظ آئے ہیں لیکن "قينة" کا معنی صرف "پیشہ ور مغنیہ" کرنا درست نہیں، اس کی مزید وضاحت آئندہ عنوان کے تحت درج کچھ تفصیل سے ہوگی۔

- **جاریۃ اور قینۃ کی تحقیق**

علامہ ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ نے لسان العرب میں لکھا ہے:

"القينة الأمة غنت أو لم تغن"[2] یعنی القینۃ سے مراد لونڈی ہے وہ گانا گائے یا نہ گائے۔

صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ اشعار گانے والی ماہر مغنیات نہ تھیں، روایت کے الفاظ ہیں وَ لَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ یعنی وہ دونوں مغنیہ نہ تھیں۔[3] اس سے واضح ہوا کہ غامدی صاحب کا استدلال کرنا کہ وہ گانے والیاں "ماہر مغنیات" یا "پیشہ ور مغنیہ" تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صراحت کی وجہ سے غلط اور باطل ہے۔ مذکورہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے تین راویان نے بیان کی ہے جن میں محمد بن عبد الرحمن الاسدی، ہشام اور ابن شہاب زہری شامل ہیں۔ تینوں کی روایت میں "جاريتان" کا لفظ ہے۔

1. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ

---

[1] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:21

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 21

[2] ابن منظور الأفريقي، لسان العرب، (بيروت: داراحياء التراث العربي، 1988ء)، ج: 15, ص:231

Ibn Manzoor al-Afriqi, Lisan al-Arab, Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1988, Volume 15, page 231

[3] صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام، رقم الحديث:952

Sahih Bukhari, Kitab al-Eidain, Bab Sunnat al-Eidain li Ahl al-Islam, Hadith number: 952

مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ۔۔۔۔[1]

2. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ۔۔۔[2]

3. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ۔۔۔۔[3]

البتہ ہشام سے شعبہ کی روایت میں "قینتان" کا لفظ آیا ہے:

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحًى وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ۔۔۔۔[4]

اسی روایت میں راوی کو یہ شک بھی ہوا ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا یا عید الاضحیٰ کا جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں عِنْدَهَا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحًى، جبکہ زہری کی روایت میں بلا ریب "ایام منی" یعنی عید الاضحیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ روایت میں الفاظ ہیں فِي أَيَّامِ مِنًى، گویا صرف امام شعبہ کی روایت میں "قینتان" کا ذکر ہے اور مسند احمد میں خود شعبہ والی روایت میں بھی "جاریتان" کا لفظ ہے، چناچہ مسند احمد میں ہے کہ

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَهَا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ تَضْرِبَانِ بِدُفَّيْنِ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحرب والدرق يوم العيد، رقم الحديث:949
Sahih Bukhari, Kitab al-Eidain, Bab al-Harb wal Darq Yawm al-Eid, Hadith number: 949

[2] ايضا، حديث: 952

Ibid, hadith no. 949

[3] ايضا، رقم الحديث: 3529

Ibid, hadith no. 3529

[4] ايضا، رقم الحديث:3931

Ibid, hadith no. 3931

فَانْتَہَرَھُمَا أَبُوْبَکْرٍ۔ ۔ ۔ [1]

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام شعبہ نے بھی اگر ایک روایت میں "قینتان" کا لفظ بیان کیا ہے تو اس سے مراد بھی "جاریتان" ہی ہے جیسا کہ اہل عرب کے ہاں یہ معروف ہے کہ "قینة" کے معنی جاریہ ہے۔[2] جاریہ عربی میں نابالغ بچی کو کہتے ہیں، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "الجارية في النساء كالغلام في الرجال و يقال على من دون البلوغ" [3] یعنی جاریہ کا اطلاق عورتوں میں اسی طرح ہے جیسا کہ غلام کا اطلاق مردوں میں ہے اور جاریہ اسے کہتے ہیں جو ابھی نابالغ ہو۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ایک روایت کے الفاظ ہیں "جاریتان تلعبان بدف"[4] بچیاں دف سے کھیل رہی تھیں۔ پہلی بات وہ بچیاں تھیں دوسری بات وہ دف سے کھیل رہی تھیں جیسا کہ بچے دیگر کھلونوں سے کھیلتے ہیں۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ والی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 'یہ لڑکیاں کم سن تھیں کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود کم سن تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس لڑکیوں کو بھیج

---

[1] احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، المسند، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2018ء)، جلد: 11، ص: 191

Ahmad bin Hanbal, Abu Abdullah, Al-Musnad, (Lahore: Maktaba Rahmania, 2018), Volume: 11, page: 191

[2] اثری، ارشاد الحق، اسلام اور موسیقی، (لاہور: دارالسلام، 2005ء)، ص: 21

Athari, Irshad al-Haq, Islam aur Music, (Lahore: Dar-ul-Islam, 2005), page: 21

[3] العینی، محمود بن احمد، بدرالدین، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، (بیروت: دار الکتب العلمیه، 2001ء)، جلد: 6، ص: 270

Al-Aini, Mahmood bin Ahmed, Badr al-Din, Umdat al-Qari Sharh Sahih al-Bukhari, (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 2001), Volume: 6, page: 270

[4] مسلم بن حجاج القشيري، ابو الحسین، صحیح مسلم، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2014ء)، کتاب صلاۃ العیدین، باب بالرخصه فی اللعب الذی لا معصیة فیه فی ایام العید، رقم الحدیث:2062

Muslim bin Hajjaj al-Qushayri, Abu al-Husayn, Sahih Muslim, (Lahore: Maktaba Islamiya, 2014), Kitab Salat al-Eidain, Bab bi al-Rukhsa fi al-Laab allazi la Ma'siyah fihi fi Ayyam al-Eid, Hadith number: 2062

دیا کرتے تھے۔ وہ ان کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں'۔[1] لہذا ثابت ہوا کہ یہ دف بجانے والی نابالغ بچیاں تھی اور پیشہ وارانہ طریقے سے دف بجانانہ جانتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ کہہ کر وضاحت فرمائی ہے بلکہ وہ بچیاں بے ڈھنگے انداز میں دف بجاکر اشعار پڑھ رہی تھیں اور اشعار بھی جنگ بعاث سے متعلقہ تھے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ یہ بچیوں کا دف بجاکر گنگنانا ایسا ہی تھا جیسا کہ بچے دیگر کھلونوں سے کھیلتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کو بنیاد بناکر اس سے موجودہ زمانے کی بالغ پیشہ ور مغنیات کی موسیقی، فحش قسم کے اشعار گانے اور محافلِ موسیقی کے انعقاد وغیرہ کا جواز نکالنا سراسر غلط اور باطل استدلال ہے۔ ان احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ اس قسم کے سماع کے عادی نہ تھے، اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے شیطان کی آواز قرار دیا۔ نبی ﷺ نے بچیوں کو ان کے حال پر اس لیے رہنے دیا تھا کہ وہ عید کا دن تھا اور بچوں کو ایسے موقعوں پر کھیلنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔[2]

لہذا غامدی صاحب کا ان روایات کی بنا پر معروف موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو جائز قرار دینا درست نہیں۔

- **شادی بیاہ پر موسیقی کے جواز کے دلائل اور ان کا جائزہ**

اس حوالے سے موسیقی کے جواز میں جو روایت نقل کی گئی ہے اس کا ترجمہ یوں ہے:

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار میں سے اپنی ایک قرابت دار خاتون کی شادی کرائی، تو رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے، اور فرمایا: تم لوگوں نے دلہن کو رخصت کر دیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ کوئی گانے والی بھی بھیجی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار کے لوگ غزل پسند کرتے ہیں، کاش تم لوگ دلہن کے ساتھ کسی کو بھیجتے جو یہ گاتا: أتيناكم أتيناكم فحيانا وحياكم "ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے، اللہ تمہیں اور ہمیں سلامت رکھے۔

---

[1] الجوزي، عبد الرحمن، ابو الفرج، تلبيس ابليس، (لاہور: مكتبه اسلاميه، 2014ء)، ص: 363
Al-Jozi, Abdul Rahman, Abu al-Faraj, Talbis Iblis, (Lahore: Maktaba Islamiya, 2014), page: 363

[2] ابن تيميه، احمد بن عبدالحليم، السماع والرقص، (بيروت: دار الفكر، 1995ء)، ص: 17
Ibn Taymiyyah, Ahmed bin Abdul Halim, Al-Sama wal Raqs, (Beirut: Dar al-Fikr, 1995), page: 17

[1]"

اس پر مضمون نگار نے یوں تبصرہ کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے شادی کے موقع پر گانے والے کو دلہن کے ہمراہ بھیجنے کی ترغیب دی بلکہ یہ جان کر کہ گانے والے کو دلہن کے ہمراہ نہیں بھیجا گیا، خوشگوار تاثر کا اظہار نہیں فرمایا اور آپ نے انصار کے گانا پسند کرنے کو بیان فرمایا، اسے باطل قرار نہیں دیا۔[2] اس حدیث کے الفاظ "أرسلتُمْ معَها مَن يغنّي؟ "کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ "اس کے ساتھ کوئی گانے والا بھی بھیجا ہے؟"[3]

غامدی صاحب نے یہاں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دف بجانا اور گانا گانا مردوں کے لیے بھی جائز تھا اور ہے جبکہ یہی روایت طبرانی اوسط میں موجود ہے جس میں صراحت کے ساتھ بیان ہے کہ یہ گانے کے حوالے سے جو کہا گیا "أرسلتُمْ معَها مَن يغنّي؟ "اس سے مراد نابالغ بچیاں تھیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "فَهَلْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا جَارِيَةً تَضْرِبُ بِالدُّفِّ وَتُغَنِّي؟ کہ کیا تم نے اس کے ساتھ کسی بچی کو بھیجا ہے جو دف بجائے اور گانا گائے۔[4]

شعب الایمان میں ہے: قال الحليمي: وَضَرْبَ الدُّفِّ لَا يَحِلُّ إِلَّا لِلنِّسَاءِ، لِأَنَّهُ فِي الْأَصْلِ مِنْ أَعْمَالِهِنَّ وَقَدْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ " ۔[5] حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دف کا بجانا صرف عورتوں (بچیوں اور لونڈیوں) کے لیے جائز ہے، بے شک دف کا بجانا اصل میں عورتوں کے اعمال میں سے

---

[1] ابن ماجه، ابواب النكاح، باب الغناء والدف، رقم الحديث: 1900
Ibn Majah, Abwab al-Nikah, Bab al-Ghina wal Duff, Hadith number: 190

[2] منظور الحسن، اسلام اور موسيقى، ص: 23
Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 23

[3] ايضاً، ص 23

Ibid, p.23

[4] الهيثمي، علي بن ابي بكر، مجمع الزوائد، (جده: دار المنهاج، 2015ء)، جلد: 6، ص: 297
Al-Haithami, Ali bin Abi Bakr, Majma al-Zawa'id, (Jeddah: Dar al-Minhaaj, 2015), Volume: 6, page: 297

[5] البيهقي، احمد بن حسين، ابى بكر، شعب الايمان، (بيروت: داركتب العلميه، 1990ء)، جلد: 4, ص: 283
Al-Bayhaqi, Ahmad bin Hussein, Abu Bakr, Shu'ab al-Iman, (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 1990), Volume: 4, page: 283

ہے اور یقینا رسول اللہ ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔"
لہذا اس حدیث سے بچیوں کا شادی کے موقع پر گانا گانے کا اور دف بجانے کا جواز ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ وہ گیت جائز ہو۔ لیکن اس روایت سے مردوں کے گانا گانے اور مردوں کے لیے دف اور آلاتِ موسیقی کے استعمال کا جواز ثابت کرنا بے بنیاد اور غلط ہے۔ بلکہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دف بجانے والے مرد رسول اللہ ﷺ کی لعنت کے مستحق ہیں۔

- **جشن پر موسیقی کے جواز کے دلائل اور ان کا جائزہ**

اس عنوان کے تحت مقالہ نگار نے ایک روایت سیرۃ حلبیہ سے نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں:((«ولما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة تلقاه النساء والصبيان يقلن:طلع البدر علينا ... من ثنيات الوداع وجب الشكر علينا ... ما دعا لله داع»))(السیرۃ الحلبیۃ2/235)[1]

دوسری روایت ابن ماجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ نقل کی ہے کہ نبی ﷺ مدینہ کے ایک حصے (ایک محلے یا گلی) سے گزرے تو دیکھا کہ کچھ بچیاں دف بجابجا کر گا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ ...يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ "ہم قبیلہ بنو نجار کی لڑکیاں ہیں (اور ہمیں خوشی ہے کہ) محمد ﷺ (ہمارے) کتنے اچھے ہمسائے ہیں۔" نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔[2]

ان روایات کو پیش کرکے مضمون نگار لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے استقبال کے لیے جشن کا سماں تھا، خوشی کے اظہار کے لیے گیت گائے گئے، یہ گیت لونڈیوں نے گائے، گانے کے ساتھ دف کا استعمال کیا۔[3]

---

[1] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:24

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 24

[2] ایضا، ص:24

Ibid, p.24

[3] ایضا، ص:25

Ibid, p,25

عید کے موقع پر یا دیگر شادی وغیرہ کے موقع پر بچیوں کا دف بجانا اور مناسب اشعار وغیرہ پڑھنا ثابت اور جائز امر ہے لیکن بچوں کے اس کھیل والے عمل سے موسیقی کے جشن کا استدلال کرنا محل نظر ہے۔ اور السیرۃ الحلبیہ سے پیش کی گئی مذکورہ روایت بھی منقطع (اور ناقابل حجت) ہے، جس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَقَدْ رُوِّينَا بِسَنَدٍ مُنْقَطِعٍ فِي الْحَلَبِيَّاتِ قَوْلَ النِّسْوَةِ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ فَقِيلَ كَانَ ذَلِكَ عِنْدَ قُدُومِهِ فِي الْهِجْرَةِ وَقِيلَ عِنْدَ قُدُومِهِ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ[1]" اور الحلبیات (کتاب) میں منقطع سند سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عورتوں نے طلع البدر علینا من ثنیات الوداع پڑھا، کہا جاتا ہے کہ یہ ہجرت کے وقت آپ کے مدینہ تشریف لانے کا واقعہ ہے۔"

جب یہ روایت ہی منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے، تو اس سے جشنِ موسیقی کا استدلال کرنا بھی درست نہیں۔ البتہ حضرت انسؓ سے مروی دوسری روایت صحیح ہے لیکن اس میں بھی بچیوں اور لونڈیوں کے گیت گانے کا ذکر ہے۔ لیکن مضمون نگار لکھتا ہے کہ جوار کا ترجمہ بچیاں کرنا درست نہیں کیونکہ معجم الطبرانی الصغیر (ج1، ص33، رقم:88) میں اس کی بجائے "قینات" "مغنیات" آیا ہے۔[2] یعنی جاوید احمد غامدی صاحب کے مطابق گانے والیاں جوان، آزاد اور بالغ لڑکیاں تھیں جو گانے بجانے کی ماہر تھیں نہ کہ بچیاں۔ جبکہ معجم الطبرانی کی جس روایت کی طرف غامدی صاحب نے اشارہ کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی "مصعب بن سعید ابو خیثمہ" ہے جو متکلم فیہ ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ما هذه الا المناكير وبلايا"، یعنی یہ اس کی مناکیر و بلایا میں سے ہیں۔[3]

---

[1] العسقلاني، احمد بن علي، ابو الفضل، فتح الباري، (القاهرة: دار ابي حبان،)1996، جلد: 7, ص: 735
Al-Asqalani, Ahmad bin Ali, Abu al-Fadl, Fath al-Bari, (Cairo: Dar Abi Hayyan, 1996), Volume: 7, page: 735

[2] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:25

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 25

[3] الذهبي، محمد بن احمد، ابو عبدالله، ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، (بيروت: دار المعرفة)، جلد: 4, ص: 119 ,120

Al-Dhahabi, Muhammad bin Ahmad, Abu Abdullah, Mizan al-I'tidal fi Naqd al-Rijal, (Beirut: Dar al-Ma'arifah), Volume: 4, page: 120, 119

لہٰذا جس روایت سے قینات ثابت کر رہے ہیں وہ منکر روایت ہے اور اگر قینات مان بھی لیا جائے تو بھی اس سے مراد جاریہ ہی ہو گا جیسا کہ وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اور اسی روایت کے الفاظ ہیں 'فَإِذَا جَوَارِي يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ, وَيَقُلْنَ: نَحْنُ قَيْنَاتُ بَنِي النَّجَّارِ[1] جو کہ واضح دلیل ہیں کہ "قینات" یہی "جواری" تھیں نہ کہ پیشہ ور مغنیہ۔

غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ ان روایات کی بنیاد پر یہ بات پورے اطمینان سے کہی جا سکتی ہے کہ جشن یا خوشی کی تقریب کے موقع پر گیت گائے جا سکتے ہیں اور آلاتِ موسیقی کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مقالہ نگار نے دَف کو "آلاتِ موسیقی" اور گانے والی نابالغ بچیوں کو ماہر، بالغ، مغنیہ میں بدل دیا ہے جو کہ احادیث کے اصل مراد و مفہوم کے خلاف ہے۔

• دَف کی تحقیق

دَف ایک گولائی میں بنا سادہ سا آلہ تھا جس سے بچیاں کھیلا کرتی تھیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں "الَّذِي لَا جَلَاجِلَ فِيهِ فَإِنْ كَانَتْ فِيهِ فَهُوَ الْمِزْهَرُ الَّذِي لَا جَلَاجِلَ فِيهِ فَإِنْ كَانَتْ فِيهِ فَهُوَ الْمِزْهَرُ "۔[2] دَف کو کربال یعنی چھلنی بھی کہا جاتا ہے (جس سے آٹا چھانا جاتا ہے) جس کے ساتھ گھنگھرو بندھے ہوئے نہ ہوں اور اگر گھنگرو بندھے ہوئے ہوں تو اسے مزہر کہتے ہیں۔ یہ دف بچے اور لونڈیاں بجاتے تھے پیشہ ور مغنیہ نہیں۔[3] اور غامدی صاحب نے لکھا ہے کہ "اناڑی کا بے تال انداز سے طبلے کا بجانا موسیقی نہیں"۔[4] لہٰذا جب یہ ثابت ہوا کہ دف بجانے والے بچے تھے یا لونڈیاں تھیں جو کہ ماہر مغنیہ نہ تھیں تو بچوں اور لونڈیوں کا دف بجانا موسیقی کیسے قرار

---

[1] الطبراني، سليمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الصغير، (عمان: دار عمار، 1985)، رقم الحديث: 78
Al-Tabarani, Sulaiman bin Ahmad, Abu al-Qasim, Al-Mu'jam al-Saghir, (Oman: Dar Ammar, 1985), Volume: 1, page: 65, Hadith: 78

[2] فتح الباري، جلد: 3, ص: 496
Fath al-Bari, Volume: 3, page: 496

[3] ارشاد الحق، اسلام اور موسیقی، ص:33
Irshad al-Haq, Islam aur Music, page: 33

[4] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:80
Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 80

دیا جاسکتا ہے۔

سفر میں موسیقی کے جواز کے دلائل اور ان کا جائزہ

اس عنوان کے تحت مقالہ نگار نے صحیح بخاری سے حدی خوانی کے حوالے سے احادیث نقل کی ہیں اور ان احادیث کو مروجہ موسیقی کی دلیل بنایا ہے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی عامر حدی خواں تھے اور انہوں نے ایک رات حدی خوانی کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون حدی خوان ہے ؟بتایا گیا عامر بن اکوع ہے تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔[1] اس سے استدلال کرتے ہوئے غامدی صاحب لکھتے ہیں، صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے سفر پر تھے، صحابی نے فرمائش پر اشعار گائے، گانے والے نے بلند آواز میں گایا، آپ نے پسندیدگی کے ساتھ گانے والے کا نام پوچھا، اس کے اچھے اشعار سن کر اس کے لیے رحمت کی دعا فرمائی۔[2] حدیث پر غامدی صاحب کا تبصرہ ہی غامدی صاحب کے دعویٰ جوازِ موسیقی کی تردید کر رہا ہے، جہاد کے سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور نعمتِ اسلام مل جانے کے بارے میں صحابی کے کچھ اشعار کہنے یا گانے کو مروجہ موسیقی کی دلیل بنانا قابل التفات استدلال ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حدی خوانی کی تحقیق

حدی خوانی سے کیا مراد ہے؟ اس کو واضح کرنا اہمیت کا حامل ہے، علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "سوق الإبل والغناء لها" حدی خوانی دراصل اونٹوں کو چلانے اور ان کے لیے گانے کا نام ہے۔[3] ماہنامہ اشراق کے مضمون نگار لکھتے ہیں کہ ”حدی خوانی، صحرائی نغمے کی ایک صنف ہے۔ قدیم عرب میں ساربان صحراؤں میں سفر کرتے ہوئے حدی خوانی کرتے تھے۔ اس کا اصل مقصد تو اونٹوں کو مست کرکے انھیں تیز رفتاری کی طرف مائل کرنا

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم الحديث: 4196
Sahih Bukhari, Kitab al-Maghazi, Bab Ghazwat Khaybar, Hadith number: 4196

[2] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:27
Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 27

[3] الجوهري، اسماعيل بن حماد، الصحاح تاج اللغة، (بيروت: دارالعلم للملايين،)1984، ج: 6، ص: 239
Al-Jawhari, Isma'il bin Hammad, Al-Sahah Taj al-Ghah, (Dar al-Ilm Lil-Malayin, Beirut, 1984), Volume: 6, page: 239

ہوتا تھا، مگر شتر سوار بھی اس سے پوری طرح حظ اٹھایا کرتے تھے۔"[1] اس سے معلوم ہوا کہ حدی کیا تھی اور اس کا مقصد کیا تھا اور کب حدی خوانی کی جاتی تھی، اس ساری تفصیل کے بعد بھی عرب کی حدی خوانی کو آج کے زمانے کی موسیقی کی دلیل بنانا سعی لا حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حدی خوانی سے موسیقی کے جواز کا استدلال کرنے والوں پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واستدل بجواز الحداء على جواز غناء الركبان المسمى بالنصب، وهو ضرب من النشيد بصوت فيه تمطيط، و افرط قوم فاستدلوا به على جواز الغناء مطلقا بالالحان التى تشتمل عليها الموسيقى وفيه نظر "حدی خوانی سے ایسے غنا کا جواز ثابت ہوتا ہے جس میں لمبی آواز نکالی جاتی ہے، جسے نصب کہتے ہیں، مگر ایک قوم نے اس میں افراط سے کام لیا تو اس سے مطلقاً غنا جو خوش الحانی اور موسیقی پر مشتمل ہو، کے جواز پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال محل نظر ہے۔[2]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف حدی خوانی کی وضاحت فرمائی بلکہ اس سے موسیقی کے مجوزین کے استدلال کو محل نظر قرار دیتے ہوئے اس کا رد فرمایا۔ لہٰذا حدی خوانی کے طور پر ایسے اشعار جن پر شرعی اعتراض وارد نہ ہوتا ہو، کو پڑھنا، کہنا یا گانا جائز ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ البتہ یہ اشعار موسیقی کی دھنوں کے بغیر ہوں جیسا کہ صحابہ کرام بغیر موسیقی کے حدی خوانی کیا کرتے تھے۔

آلاتِ موسیقی کے جواز کی دلیل اور اس کا جائزہ

اس عنوان کے تحت مقالہ نگار نے دف بجانے والی روایات نقل کی ہیں اور ان روایات پر عنوان لکھا ہے "آلات موسیقی" جبکہ روایات میں صرف دَف کا ذکر ہے اور دف کا خوشی، عید، نکاح وغیرہ جیسے موقعوں پر بچیوں یا لونڈیوں کا بجانا بالاتفاق جائز ہے، لیکن ان روایات سے "آلات موسیقی" کا عنوان تراش کر موجودہ زمانے کے آلات موسیقی کو جواز فراہم کرنا محل نظر ہے۔

[1] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:27

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 27

[2] فتح الباري، جلد: 13، ص: 677

Fath al-Bari, Volume: 13, page: 677

فن موسیقی کے جواز کے دلائل اور ان کا جائزہ

غامدی صاحب کے نزدیک موسیقی فنونِ لطیفہ میں سے ہے اور اس فن کے جواز کے دلائل عہد رسالت سے ملتے ہیں، اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں جس میں ہے کہ ایک عورت آئی تو نبی ﷺ نے پوچھا کہ عائشہ! کیا آپ اس کو جانتی ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتی تو فرمایا "هذه قينة بني فلان تحبين ان تغنيک فغنتها"[1] "یہ فلاں قبیلے کی گانے والی ہے تم اس کا گانا پسند کرو گی چنانچہ اس نے گانا سنایا۔" اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مضمون نگار نے لکھا ہے کہ اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ فن موسیقی کو اصلاً باطل نہیں سمجھتے تھے۔[2]

یہاں پر دو باتیں تحقیق طلب ہیں؛ ایک یہ کہ کیا اس حدیث سے واقعتاً فن موسیقی کا ثبوت ملتا ہے، دوسرا یہ کہ کیا نبی ﷺ نے اس فن موسیقی کو معیوب یا باطل نہیں سمجھا؟ پہلی بات یہ ہے کہ حدیث میں جس لونڈی کا ذکر ہے اس نے بغیر کسی آلہ موسیقی کے کچھ اشعار پڑھے یہاں تک کہ حدیث میں دف کا بھی ذکر نہیں، تو اس سے کون سا فن موسیقی ثابت ہو رہا ہے یعنی بغیر آلاتِ موسیقی کے اشعار کہنا اور یہ امر تمام اہل علم کے نزدیک مباح ہے اور اس میں جنس کی بھی تخصیص نہیں، کوئی بھی عورت یا مرد مناسب اشعار بغیر آلاتِ موسیقی کے گنگنا سکتا ہے، البتہ اس روایت سے آلاتِ موسیقی کی دھنوں کے ساتھ گائے جانے والے اشعار کے لیے استدلال کرنا یقیناً غلط ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب بغیر آلاتِ موسیقی کے مناسب اشعار کہنا جائز ہے تو نبی ﷺ کے اس کو باطل یا معیوب قرار دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت سائب رضی اللہ عنہ والی روایت اسی سند کے ساتھ معجم کبیر طبرانی میں بھی آئی ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں؛ فقال النبی ﷺ قد نفخ الشيطان في منخريها"[3] تو نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان نے اس کے نتھنوں میں

---

[1] السنن الكبرى للنسائي، جلد: 5، ص: 310، رقم الحديث: 8960

Al-Sunan al-Kubra li al-Nasai, Volume: 5, page: 310, Hadith number: 8960

[2] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص: 33

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 33

[3] المعجم الكبير للطبرانی ، (بيروت: داراحياء التراث العربي، 1985ء)، ج: 7، ص: 158

پھونک ماری ہے۔ روایت کو نقل کر کے مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے گانا سن کر فرمایا: اس کے نتھنوں سے شیطان باجا بجاتا ہے۔ یعنی اس قسم کے گانے کو آپ نے بذاتہ مکروہ سمجھا ہے۔"[1] اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس لونڈی کے گانے پر نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اس کے نتھنوں میں شیطان پھونک لگاتا ہے۔[2] طبرانی کی روایت اور علمائے کرام کی تفسیر سے واضح ہوا کہ مندرجہ بالا روایت کو فن موسیقی کی دلیل بنانا نہ صرف غلط ہے بلکہ اس سے فن موسیقی کی کراہت ثابت ہو رہی ہے۔

رقص کے جواز کے دلائل اور ان کا جائزہ

ماہنامہ اشراق کے مقالہ نگار نے "رقص" کے عنوان کے تحت دو روایات نقل کی ہیں اور ان سے رقص یعنی ناچنے کا جواز ثابت کیا ہے۔ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ حبشہ کے کچھ لوگ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے رقص کر رہے تھے اور گنگنا رہے تھے تو پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ "محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صالح انسان ہیں" اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حبشہ کے لوگ آپ کے سامنے ناچ اور گا رہے تھے، آپ نے ان کو ناچنے گانے سے منع نہیں کیا، آپ کی دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ نے گانے کے الفاظ کے بارے میں دریافت کیا۔[3] دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس میں ہے کہ "جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُونَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي

Al-Mu'jam al-Kabeer li al-Tabarani, (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1985), Volume: 7, page: 158

[1] ندوی، سید سلیمان، علامہ، سیرت عائشہ، (لاہور: دار الکتب السلفیہ، 2013ء)، ص:48

Nudvi, Sayyid Suleman, Allama, Seerat Aisha, (Lahore: Dar al-Kitab al-Salafiyyah, 2013), page: 48

[2] ارشاد الحق، اسلام اور موسیقی، ص:39

Irshad al-Haq, Islam aur Music, page: 39

[3] منظور الحسن، اسلام اور موسیقی، ص:36

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 36

الْمَسْجِدِ ... الخ"[1]"حبشی لوگ عید کے دن مسجد میں رقص کر رہے تھے، نبی ﷺ نے مجھے بلایا تو میں نے اپنا سر آپ کے کندھے پر رکھا اور میں ان کے کھیل کی طرف دیکھنے لگی۔"

حبشیوں کے رقص یا زفن سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے مراد ناچنا ہے جیسا کہ فی زمانہ لوگ میوزک اور گانوں پر ناچتے ہیں یا اس سے مراد کچھ اور ہے؟ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ زفن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "زفن الحبشة نوع من المشي بتشبيب يفعل عند اللقاء بالحرب "[2]"حبشیوں کا رقص کرنا ایک قسم کی چال تھی جس کی جنگ میں مقابلہ کے لیے مشق کرتے ہیں۔" امام مہلب رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری حبشیوں کے اس رقص کے بارے لکھتے ہیں کہ "مسجد مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کی جگہ ہے، لہٰذا جن اعمال میں دین اور مسلمانوں کا فائدہ ہے وہ تو مسجد میں جائز ہیں اور برچھیوں سے کھیلنے، لڑائی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے، دشمن سے مقابلے اور لڑائی کے لیے قوت حاصل کرنے کے لیے ہے۔ لہٰذا یہ مسجد و غیر مسجد میں جائز ہے۔"[3] سنن کبری بیہقی میں ایک روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجیوں کے ختنے کے موقع پر ایک گانے والا آیا اور سر ہلا ہلا کر گانے لگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو فرمایا: "أُفٍّ, شَيْطَانٌ أَخْرِجُوهُ, أَخْرِجُوهُ", فَأَخْرَجُوهُ" اف! یہ شیطان ہے، اس کو نکالو نکالو۔ تو انہوں نے اس کو گھر سے نکال دیا۔[4] اس اثر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم سامنے آتا ہے کہ آپ نے سر ہلا کر گانے والے کو شیطان قرار دیا ہے تو رقص، جس میں پورا جسم حرکت کرتا ہے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

[1] صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب بالرخصه في اللعب الذى لا معصية فيه في ايام العيد، رقم الحديث: 2066

Sahih Muslim, Kitab Salat al-Eidain, Bab bi al-Rukhsa fi al-Laab allazi la Ma'siyah fihi fi Ayyam al-Eid, Hadith number: 2066

[2] تلبيس ابليس، ص: 402.

Talbis Iblis, page: 402

[3] العسقلاني، فتح الباري، ج:1، ص: 549

Fath al-Bari, Volume: 1, page: 549

[4] السنن الكبرى للبيهقي، جلد: 10، ص: 224

Al-Sunan al-Kubra li al-Bayhaqi, Volume: 10, page: 224

کیسے جائز سمجھ سکتی ہیں۔

حرمتِ موسیقی کے قائلین کے دلائل

موسیقی کی حرمت کے قائلین اپنے موقف پر قرآن مجید، احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ اور فقہا کے اقوال کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

• قرآن سے دلیل

سورہ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾۔ [1]

"اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں، تاکہ اُن کے ذریعے لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ کے راستے سے بھٹکائیں، اور اُس کا مذاق اُڑائیں۔ ان لوگوں کو وہ عذاب ہو گا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔"

• لھوالحدیث کی تحقیق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "لھوالحدیث" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔[2] دوسری روایت میں ہے کہ آپ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے تین مرتبہ قسم اٹھا کر فرمایا کہ اس سے مراد گانا، راگ اور راگنیاں ہیں۔[3] امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی (عبداللہ بن

---

[1] لقمان: 31:6

Al-Luqman: 31:6

[2] الحاكم، محمد بن عبدالله، ابو عبدالله، الامام، الحافظ، المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، باب في تفسير سورة السجدة، (بيروت: دارالكتب العلميه، 1990ء)، جلد: 2، ص: 446

Al-Hakim, Muhammad bin Abdullah, Abu Abdullah, Al-Imam, Al-Hafiz, Al-Mustadrak ala al-Sahihain, Kitab al-Tafsir, Bab fi Tafsir Surah al-Sajda, (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 1990), Volume: 2, page: 446

[3] ابن كثير، عماد الدين، ابوالفداء، تفسير ابن كثير، (لاهور: مكتبه قدوسيه، 2003ء)، جلد: 4، ص: 210

مسعود رضی اللہ عنہ والا) قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے، باجوں، گاجوں، کے بارے میں نازل ہوئی۔[1] امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ان بدبختوں کا بیان ہے جو کلامِ الٰہی کو سن کر نفع حاصل کرنے کی بجائے گانے بجانے، باجے گاجے، ڈھول تاشے سنتے ہیں۔[2] مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد ہر وہ بات، شغل، یا کھیل یا تفریح ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے یا غافل رکھے۔ خواہ یہ شغل، گانا بجانا ہو یا دلچسپ ناول اور ڈرامے ہوں یا کلب گھروں کی تفریحات ہوں یا ٹی وی کا شغل ہو یا ڈرامے اور سینما بینی ہو۔ غرض لھو الحدیث کا اطلاق عموماً مذموم اشغال پر ہوتا ہے۔[3] ان تفسیری اقوال سے ثابت ہوا کہ مروجہ موسیقی اور گانا بجانا قرآن کی رو سے ممنوع ہے۔

- **حدیث سے دلائل**

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، خَمْشِ وُجُوهٍ، وَشَقِّ جُيُوب، وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ .وَفِي الْحَدِيثِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هَذَا .قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ [4]

Ibn Kathir, Imad al-Din, Abu al-Fida, Tafsir Ibn Kathir, (Lahore: Maktaba Qudsiya, 2003), Volume: 4, page: 210

[1] ایضا

ibid

[2] ایضا

ibid

[3] كيلاني، عبدالرحمن، تيسير القرآن، (لاہور: مكتبه السلام، 2017ء)، جلد:3، ص:527

Kilani, Abdul Rahman, Tafseer al-Quran, (Lahore: Maktaba al-Salam, 2017), Volume: 3, page: 527

[4] الترمذي، ابو عيسى محمد بن عيسى، الجامع، (لاہور: دار السلام، 2012ء)، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الرخصة في البكاء على الميت، رقم الحديث: 1005

"میں تو دو احمق فاجر آوازوں سے روکتا تھا: ایک تو مصیبت کے وقت آواز نکالنے، چہرہ زخمی کرنے سے اور گریبان پھاڑنے سے، دوسرے شیطان کے نغمے سے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔"

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ، وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ، وَالْمَعَازِفَ[1] "میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زناکاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے۔"

پہلی حدیث میں گانے اور موسیقی کی آواز کو احمق فاجر آواز کہا گیا ہے جبکہ دوسری روایت میں گانے کو حلال کرنے والوں کو برے لوگ قرار دیا گیا ہے اور یہ لفظ " يَسْتَحِلُّونَ "یعنی وہ حلال کر لیں گے، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جن چیزوں پر یہ لفظ بولا گیا ہے وہ اصلاً حرام ہیں جیسا کہ زناکاری، ریشم، شراب اور موسیقی۔ لہٰذا ان احادیث سے موسیقی کی حرمت واضح ہو رہی ہے۔

- **حرمتِ موسیقی اور فقہائے کرام**

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گانے کو مکروہ اور گناہ گردانتے تھے۔ اہل کوفہ، سفیان، حماد، ابراہیم، شعبی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا بلا اختلاف یہ مسلک ہے، اہل بصرہ میں بھی اس کی ممانعت میں ہم کوئی اختلاف نہیں پاتے۔[2] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گانے سے حاصل ہونے والی آمدنی کو حرام قرار دیتے تھے۔[3] امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے گانے سے اور اس کے سننے سے

Al-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Al-Jami', (Lahore: Dar al-Islam, 2012), Kitab al-Jana'iz, Bab ma Ja'a fi al-Rukhsa fi al-Bakaa ala al-Mayyit, Hadith number: 1005

[1] صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر۔ ۔ ۔ ، رقم الحديث: 5590

Sahih Bukhari, Kitab al-Ashriba, Bab ma Ja'a Fi-man Yastahill al-Khamr..., Hadith number: 5590

[2] الجوزي، ابن القيم، محمد بن ابو بكر، اغاثة اللهفان فى مصايد الشيطان، (لاہور: مكتبة اسلامية، 2017ء)، ص: 308

al-Jawzi, Ibn al-Qayyim, Muhammad bin Abu Bakr, Ighathat al-Lahfan Fi Masayid al-Shaytan, (Lahore: Maktaba Islamiya, 2017), page: 308

[3] حصكفي، علاءالدين، در المختار، (كراچی: ايچ ايم سعيد كمپنی، 2005ء)، جلد: 4، ص: 38

منع فرمایا ہے، فرماتے ہیں اگر کسی نے کوئی لونڈی خریدی اور اس کو گانے والی پایا تو اس عیب کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے۔[1] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ادب القضاء" میں گانے کو مکروہ، لہو اور باطل قرار دیا ہے اور ان کے اصحاب نے ان کی متابعت کی ہے جیسا کہ قاضی ابوطیب طبری، شیخ ابو اسحاق اور ابن صباغ۔ مزید فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں ایسی چیز چھوڑ آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے یعنی گانا بجانا، اس کے ذریعے سے انہوں نے لوگوں سے قرآن چھڑوادیا ہے۔[2] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے گانے کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے پسند نہیں کرتا نہ اس کو سننے کی اجازت دیتا ہوں۔[3]

جاوید احمد غامدی موسیقی اور آلات موسیقی کے قائل ہیں لیکن فقہائے اربعہ کے موقف کے بارے میں کہتے ہیں کہ فقہ کے چاروں مکاتب فکر کا بالعموم اس پر اتفاق ہے کہ موسیقی اور آلات موسیقی مطلق طور پر حرام ہیں۔[4] خلاصہ یہ ہے کہ بلاد اسلامیہ کے تمام علماء کا غنا کی کراہت و ممانعت پر اجماع ہے لہذا اس کے جواز اور رخصت کا دعویٰ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو قلت علم اور خواہشات نفسانی کا شکار ہو۔[5] اقوال فقہا کا خلاصہ یہ ہے کہ موسیقی اور آلاتِ موسیقی مکروہ و حرام ہیں۔ صرف اشعار گنگنانا جن میں قباحت نہ ہو وہ مباح ہیں۔

خلاصہ بحث

آلاتِ موسیقی سے مزین غنا زمانہ قدیم سے ہی اختلافی موضوع رہا ہے۔ اہل علم کی اکثریت اس کی کراہت و حرمت کی قائل ہے جبکہ کچھ لوگ اس کی اباحت کے بھی قائل ہیں۔ ہر نقطہ ہائے نظر کے قائلین اپنے اپنے

Haskafi, Ala al-Din, Durr al-Mukhtar, (Karachi: H.M. Saeed Company, 2005), Volume: 4, page: 38

[1] اغاثة اللهفان في مصايد الشيطان، ص: 308

Ighathat al-Lahfan Fi Masayid al-Shaytan, page: 308

[2] ابن تيميه، السماع والرقص، ص: 19

Ibn Taymiyyah, Al-Sama wal Raqs, page: 19

[3] ایضا، ص: 20

Ibid, p.20

[4] منظور الحسن، اسلام اور موسيقى، ص: 48

Munawar-ul-Hassan, Islam aur Music, page: 48

[5] محمد شفيع، مفتى، اسلام اور موسيقى، ص: 317

Muhammad Shafie, mufti, islam and music, p.317

دلائل پیش کرتے ہیں۔ اباحت کے قائلین میں جاوید احمد غامدی صاحب بھی ہیں جنہوں نے اس حوالے سے دلائل بھی پیش کئے ہیں، انہی دلائل کا محاکمہ اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ غنا کے حوالے سے کچھ امور ایسے ہیں جن کے جواز پر تمام مکاتبِ فکر کے علماء متفق ہیں جیسا کہ بغیر آلاتِ موسیقی کے ایسے اشعار کہنا، پڑھنا یا گنگنانا جن میں کوئی شرعی اعتراض وارد نہ ہوتا ہو، عید اور شادی یا کسی خوشی کے موقع پر نابالغ بچیوں کا بطورِ کھیل دف بجانا، سفر میں حدی خوانی کرنا جس میں آلات موسیقی کا استعمال نہ ہو وغیرہ۔ البتہ کچھ امور ایسے ہیں جن کی حرمت پر علماء متفق ہیں مثلاً ایسے اشعار پڑھنا یا گنگنانا جو اسلامی عقائد کے منافی ہوں یا فحش گوئی وغیرہ پر مبنی ہوں۔ اختلاف اس امر میں ہے کہ آلاتِ موسیقی سے مزین غنا جائز ہے یا نا جائز اور بالغ مرد و عورت کے لیے دَف بجانا جائز ہے یا نا جائز۔ اس حوالے سے مجوزین وہ روایات بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جن میں بیان شدہ اُمور پر عموماً سب اہلِ علم کا اتفاق ہے جیسا کہ عید و شادی کے مواقع پر بچیوں کا دف بجانا وغیرہ، ان روایات کی بنا پر آلاتِ موسیقی سے مزین غنا کے جواز کو ثابت کیا جاتا ہے جو کہ اہلِ علم کے نزدیک نا قابل قبول ہے۔ کیونکہ جن چند روایات میں مخصوص مواقع پر بچیوں کے دف بجانے کا بیان ہوا ہے ان میں یہ چیز صراحت سے بیان ہوئی ہے کہ بچیاں بطورِ کھیل دف بجاتی تھیں اور اشعار کہتی تھیں، وہ نہ تو دف بجانے میں ماہر تھیں نہ ہی ان کے اشعار میں کوئی قبیح بات تھی، اسی لیے پیغمبر ﷺ نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ بچیوں کے بے ڈھنگے انداز سے دَف بجانے اور ماضی کی جنگوں کے بارے میں اشعار کہنے یا صحابہ کی حدی خوانی کے اشعار، جو نعمتِ اسلام، نعمتِ پیغمبر کے ملنے پر خوشی کے اظہار یا اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے کہے جانے والے کلمات پر مشتمل تھے، ان کو آلاتِ موسیقی سے مزین غنا کی دلیل بنانا ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ آلاتِ موسیقی سے مزین غنا کی حرمت قرآن میں اشارۃً اور احادیث میں صراحتاً بیان ہوئی ہے جبکہ صحابہ کرام کلی طور پر ایسے غنا کو حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح آلاتِ موسیقی سے مزین غنا کی عموماً حرمت کے بارے میں فقہائے اربعہ وغیرہ کا اتفاق ہے جس کا اقرار غامدی صاحب نے خود بھی اپنے مضمون میں کیا ہے۔